میت کی طرف سے چند افراد مل کر قربانی کرنا چاہیں اس کے متعلق تحقیق

سوال: اگر چند افراد مل کر حضور اقدس ﷺ کی طرف سے یا چند بھائی مل کر اپنے مرحوم والد کی طرف سے بڑے جانور میں ایک حصہ رکھنا چاہیں یا سب مل کر ایک بکرے کی قربانی کرنا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اکابرین کی رائیں مختلف ہیں اس لئے صحیح اور محقق قول کی نشان دہی فرمائیں۔

الجواب: ومنه الصدق والصواب ، حامداً و مصليا و مسلما.

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بڑے جانور میں صحت قربانی کے لئے دو شرطیں لازم ہیں، اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو کسی کی بھی قربانی جائز و درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ قربانی کا مقصد اراقۃ الدم یعنی

خون بہانا ہے اور اراقہ میں تجزی نہیں ہوتی۔ پس جب ایک شریک کی قربانی جائز نہ ہوگی تو بقیہ شرکاء کی طرف سے بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

پہلی شرط یہ ہے کہ تمام شرکاء کی نیت قربت کی ہو پس اگر کوئی شریک ایسا ہے جو قربت کا اہل نہیں ہے جیسے نصرانی یا یہودی یا اہل تو ہے لیکن اس کی نیت قربت کی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنے کی ہے تو ان دونوں صورتوں میں کسی کی بھی قربانی جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ بڑے جانور میں کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ خود اس کا واجب حصہ بھی اس جانور میں ہو اور دوسرے حصہ کے نصف میں دوسرے آدمی کے ساتھ شریک ہو۔ یعنی دو آدمیوں نے ایک بڑے جانور میں خود اپنا اپنا واجب حصہ رکھا اور اس کے علاوہ تیسرا حصہ دونوں نے مل کر حضور اقدس ﷺ کی طرف سے تو اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ اس لئے کہ تیسرے حصہ میں دونوں نصف نصف شریک ہیں اس لئے ان کا حصہ ساتویں سے کم ہوا۔ اور دیگر فقہاء کے نزدیک قربانی تو سب کی جائز و درست ہو جائے گی البتہ دونوں کے درمیان مشترک حصہ کی نفلی قربانی صحیح نہیں ہوگی، بلکہ دونوں کا یہ آدھا آدھا حصہ بھی واجب حصہ کے تابع ہو کر واجب میں شامل ہو جائے گا۔

جواز کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ اس صورت میں شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ضرور ہے مگر مستقلاً نہیں بلکہ واجب حصہ کے ساتھ تبعاً ہے، اور ساتویں سے کم حصہ مستقلاً تو جائز نہیں مگر تبعاً جائز ہے۔ پس اس صورت میں وہ

Scanned by CamScanner

آدھا حصہ واجب حصہ کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بڑے جانور میں دو آدمیوں نے مل کر ایک حصہ حضور اقدس ﷺ کی طرف سے رکھا اور ان دو حضرات کا واجب حصہ اس جانور میں نہیں ہے اس صورت میں کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں دو شریکوں کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے اور وہ مستقلاً ہے تبعاً نہیں ہے۔ اور ساتویں حصے سے کم تبعاً تو جائز ہے مستقلاً جائز نہیں، ہدایہ میں ہے: ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز في الأصح لانه لما جاز ثلثة الاسباع جاز نصف السبع تبعا له اور ہدایہ کے حاشیہ میں ہے: (قوله في الأصح) احتراز عن قول بعض المشايخ فإنهم قالوا لا يجزيهما لأن لكل واحد منهما ثلثة الأسباع ونصف سبع ونصف السبع لا يجوز في الأضحية فإذا لم يجز البعض لم يجز الباقي وقال بعضهم يجوز و به أخذ الفقيه أبو الليث والصدر الشهيد رحمهما الله لأنه لما جاز ثلثة الأسباع جاز نصف السبع تبعا و جه ذلك أن نصف السبع وإن تكن أضحية فهي قربة تبعا للأضحية، (كتاب الاضحية ج ۴/ ۴۲۹) اور المحيط البرهاني میں ھے: الشاة لاتجزئ الا عن واحد وان كانت عظيمة والبقر والبعير كل واحد منهما يجزئ عن سبعة اذا كانوا يريدون وجه الله اتفقت جهات القربة أو اختلفت . (۹۸/٦)

ساتویں حصے سے کم مستقلاً حصہ ہونے کی صورت میں کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی اس کی نظیر کتب فقہ میں موجود ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے: اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں اس کی ایک بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے

اور ترکہ میں ایک گائے چھوڑی ہے، پس دونوں وارث نے مل کر اس گائے کو قربانی کی نیت سے ذبح کر دیا تو اس صورت میں کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اصولِ فرائض کے لحاظ سے شوہر کے ترکہ (گائے) میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ اور بقیہ سات حصے لڑکے کو ملیں گے پس قربانی کر دینے کی صورت میں ایک شریک یعنی عورت کا حصہ ساتویں سے کم ہونا لازم آیا اور وہ مستقلاً ہے اس لئے دونوں میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

وهي أي الأضحية أو بدنة أو سبع بدنة بأن اشترک مع ستة فی بقرة أو بعير و كل يريد القربة وهو من أهلها و لم ينقص نصيب أحدهما عن سبع فلو أراد أحدهم بنصيبه اللحم أو كان كافر أو نصيبه أقل من سبع لا يجوز عن واحد منهم لما مر أن وصف القربة لا يتجزي حتى اذا مات رجل وترک امرأة وابنا وبقرة فضحياها يوم العيد لا يجوز فی نصيب المرأة لأنه أقل من السبع و كذا لا يجوز فی نصيب الابن لا نعدام وصف القربة فی البعض. (مجمع الانہر ج۲/۵۱۷)

دوسری بات اصولی طور پر یہ سمجھ لینی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص میت کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کرے تو اس صورت میں میت کو صرف ثواب پہنچتا ہے اور ملک ذابح کی ہی ہوتی ہے جیسا کہ شامی میں تصریح ہے: من ضحی عن الميت يصنع كما يصنع فی أضحية نفسه من التصدق والاكل والأجر للميت والملک للذابح (۳۲۶/۶)

حضرت تھانویؒ امداد الفتاوی میں لکھتے ہیں: ”جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جاوے چوں کہ وہ ملک ذابح کی ہوتی ہے اور صرف دوسرے کو ثواب

پہنچتا ہے اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے'' اور حاشیہ میں ہے کہ'' تبرع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ میت نے اپنے مال سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو اس صورت میں ایک حصہ ایک ہی کی طرف سے جائز ہے'' (۵۷۴/۳)

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے قربانی کی صورت میں میت کو صرف ثواب پہنچتا ہے اور ملک ذابح کی ہی ہوتی ہے جب کہ قربانی کی صحت و عدم صحت میں اصل مدار ملک پر ہے کہ بڑے جانور میں کسی کی ملک ساتویں حصے سے کم نہ ہو جیسا کہ اوپر گزرا، لا يجوز في نصيب المرأة لأنه أقل من السبع۔

ان دو اصولی باتوں کو ذہن میں رکھ کر اب اصل مسئلہ سمجھئے۔

میت کی طرف سے قربانی کرنے کی عقلی طور پر چار صورتیں ہیں:

(۱) تنہا ایک ہی شخص اپنے والد مرحوم یا حضور اقدس ﷺ کی طرف سے قربانی کرے چاہے بکرے کی قربانی کرے یا بڑے جانور میں حصہ رکھے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) چند افراد مل کر بڑے جانور میں ایک حصہ اپنے والد مرحوم یا نبی کریم ﷺ کی طرف سے رکھیں جب کہ خود ان کا واجب حصہ بھی ان جانور میں ہو، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ مشترک حصہ کی نفلی قربانی صحیح نہ ہوگی بلکہ چند افراد کا یہ مشترکہ حصہ بھی واجب حصہ کے تابع ہو کر واجب میں شامل ہو جائے گا، شامی میں ہے:

الظاهر أن المراد لو ضحى ببدنة يكون الواجب كلها لا سبعها بدليل قوله في الخانية : ولو أن موسرا ضحى ببدنة عن نفسه خاصة كان الكل أضحية واجبة عند عامة العلماء وعليه الفتوى. (۳۳۳/۶)

(۳) چند افراد مل کر بڑے جانور میں ایک حصہ نبی کریم ﷺ کی طرف

سے یا اپنے مرحوم والد کی طرف سے رکھیں جب کہ خود ان کا واجب حصہ اس بڑے جانور میں نہ ہو تو اس صورت میں کسی کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔

(۴) چند افراد مل کر حضور اکرم ﷺ کی طرف سے یا اپنے والد مرحوم کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کریں، اس صورت میں بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔

تیسری صورت میں عدم جواز کی وجہ اوپر معلوم ہو چکی کہ جب قربانی میت کی طرف سے کی جاتی ہے تو اس وقت میت کو صرف ثواب پہنچتا ہے اور مِلک ذابح کی ہی ہوتی ہے پس جب کہ قربانی کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں ذابح کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، پس اگر کسی ایک شریک کا حصہ بھی ساتویں حصے سے کم ہوگا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

اور چوتھی صورت میں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ ایک بکرا صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر دو شخصوں نے مل کر مرحوم کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کی تو اس صورت میں ایک ہی بکرے میں دو آدمی کی شرکت ہوگی اس لئے کہ اگر چہ دونوں کی نیت مرحوم کو ایصالِ ثواب کی ہے لیکن مِلک تو ان دونوں کی ہی ہے اور بکرے میں دو کی مِلک نہیں ہو سکتی۔

امداد المفتیین میں ہے:

چند آدمی مل کر مشترک رقم سے میت کی طرف سے قربانی نہیں کر سکتے۔

سوال: زید، عمرو خالد تینوں بھائیوں نے چار چار روپیہ کر کے دیا اور مجموعہ بارہ روپیہ سے ایک بکری خریدی اور اس مشترک بکری کی اپنے والد مرحوم کی جانب سے قربانی کی تو یہ قربانی شرعاً صحیح ہوئی یا نہیں؟

Scanned by CamScanner

الجواب: اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوتی، صحت کی صورت یہ تھی کہ دو بھائی اپنا اپنا حصہ تیسرے بھائی کو ہبہ کر کے اس کی ملک بنا دیتے اور وہ تیسرا (بھائی) صرف اپنی طرف سے قربانی کر کے ایصالِ ثواب کرتا۔

(امداد المفتیین کتاب الاضحیہ ص ۹۵۷، ۹۵۸ دارالاشاعۃ کراچی)

تیسری اور چوتھی صورت کے متعلق ہمارے بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قربانی جائز ہے۔ ان کے نزدیک جواز کی دلیل کتب فقہ کی یہ عبارت ہے:

وان مات أحد السبعة المشتر كين في البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم يجز هم لأن بعضها لم يقع قربة۔ (درمع الشامی ج ۶/۳۲۶)

عبارتِ مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بڑے جانور کے سات شرکاء میں سے کسی ایک شریک کا انتقال ہو جاوے اور اس مرحوم کے ورثاء میت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے دیں تو اس صورت میں سب کی طرف سے استحساناً قربانی جائز ہے بشرطیکہ سب ورثاء بالغ ہوں۔

لیکن اس جزئیہ سے استدلال کرنا درست نہیں، یہ ایک بین بین صورت ہے کیوں کہ مرنے والے نے اپنا حصہ خود خریدا ہے لیکن قربانی کرنے سے پہلے مر گیا اس لئے ورثاء کا حق اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا لہذا جب ورثاء اس کی اجازت دیں گے اور اپنا حق ساقط کر دیں گے تو قربانی ورثاء کی ملک پر نہیں بلکہ میت کی ملک پر ہو گی جیسے تہائی سے زائد وصیت کی ورثاء جب اجازت دیتے ہیں تو وصیت میت کی طرف سے نافذ ہوتی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ امداد المفتیین میں ارقام فرماتے ہیں:

قربانی کے جانور کا کوئی حصہ خریدنے کے بعد خریدنے والا مرگیا تو یہ ایک بین بین صورت ہے نہ تو ملک میت ہے اور نہ ہنوز ملک ورثہ اس میں مکمل ہے بلکہ ایک شیئ موقوف کی طرح ہے کہ اگر ورثہ اجازت دے دیں تو من جانب میت قربانی ہو جائے، اور اجازت نہ دیں تو وہ اس کی قیمت شرکاء سے لے کر ترکہ میں شامل کر کے تقسیم کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حصۂ اضحیہ اگرچہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے وہ اجازت نہ دے تو ترکہ میں شامل ہو جائے گا لیکن جب وہ اجازت دے دیں تو یہ تصرف میت ہی کا نافذ ہوگا، اور یہ عمل اسی کی طرف منسوب ہوگا، مثل وصیت زائد علی الثلث کے، کہ بعد اجازت ورثہ کے میت کا ہی تصرف ہو کر وصیت ہی کی حیثیت سے نافذ ہوتی ہے، ورثہ کا صدقہ یا ہبہ نہیں کہلاتی، اور اس صورت میں سبع بقرہ کا تجزیہ نہ ہوا۔ واللہ اعلم۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے امداد المفتیین ص/۹۵۸ تا ۹۶۰)

تیسری اور چوتھی صورت میں بڑے جانور میں سبع سے کم حصہ رہ جاتا ہے اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ''نظام الفتاوی'' میں دیا ہے۔ مگر وہ جواب محل نظر ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے سوال کا پس منظر سمجھ لیا جائے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ سوال کا پس منظر یہ ہے کہ جناب مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کا رجحان اس بارے میں جواز کا تھا اس لئے اہل برطانیہ کا عمل جناب مفتی صاحب کے فتوی کے مطابق تھا۔ لیکن بعد میں اہل برطانیہ کے پاس مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے سابق مفتی صاحب مفتی محمد اسماعیل کچھولوی دامت برکاتہم کا فتوی پہونچا جس میں مفتی صاحب نے عدمِ جواز کی بات نقل فرمائی ہے۔ ان دو متضاد فتاوی کی وجہ سے اہل برطانیہ میں انتشار ہو گیا کہ اب دونوں میں

Scanned by CamScanner

سے کس کو قابل عمل بنایا جائے چنانچہ انہوں نے دونوں فتوے جناب مفتی نظام الدین صاحبؒ کی خدمت میں ارسال کردیئے اور راجح ومرجوح کا فرق طلب کیا۔ اس کا جواب جناب مفتی نظام الدین صاحبؒ نے یہ تحریر فرمایا: ۱۳۸۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا لکھا ہوا جو فتوی گیا ہے وہ صحیح ہے۔ اسی طرح حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے رجوع کے بعد جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی صحیح ہے اور مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی نے جو بات لکھی ہے کہ ایک بکرا کی قربانی یا سبع بکرا کی قربانی چند آدمیوں کے نام سے نہیں ہوسکتی وہ اپنی جگہ پر تو صحیح ہے۔ لیکن یہ بات اس سوالِ مذکورہ کا جواب نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہاں تو اس بکرے کی قربانی تنہا اور صرف جناب رسول اللہ ﷺ کے نام سے ہوگی آپ کا تنہا وہ حصہ ہوگا، اس میں چند آدمی حصہ دار نہیں ہوں گے۔ وہ چند آدمی جنہوں نے بکرا خرید کر فقط آپ ﷺ کے نام قربانی کی ہے۔ وہ خود حصہ دار نہیں ہوئے بلکہ حصہ دار ہونے کے بجائے دوسرے کو حصہ دار بنانے والے ہوئے اور ان دو صورتوں میں بڑا فرق ہے، یہی فرق نہ سمجھنے سے مغالطہ ہوگیا ہے چند آدمیوں کا ایک بکرا یا ساتوال حصۂ بقرہ خرید کر مالک بن کر پھر کسی ایک کے نام سے قربانی کرا دینا یہ بذریعۂ وراثت اس کا مالک ہوکر کسی ایک کے نام سے قربانی کرا دینا ایک ہی چیز ہے اور اس کے جواز کی تصریح موجود ہے۔ **کما فی الدر و ان مات أحد السبعة الی آخرہ.** لہذا آپ حضرات کے یہاں (برطانیہ) جو طریقہ رائج ہے وہ بلاشبہ جائز و درست ہے۔ آپ حضرات کسی شک وشبہ میں نہ پڑیں اور یہ بات الگ ہو گی اور بہت اعلی وارفع ہوگی کہ ایک شخص تنہا ایک بکرا خرید کر سرکار دوعالم ﷺ کے نام پر قربانی کردے۔ **انتھی بلفظه.** (ص/۱۲۸)

جناب مفتی صاحبؒ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند آدمیوں نے مل کر میت کو بکرا یا ساتویں حصہ بقرہ کا مالک بنا دیا اس لئے قربانی صرف ایک ہی شخص کی طرف سے واقع ہوئی اس لئے درست ہے، مگر یہ جواب صحیح نہیں اسلئے کہ حضرت نے جو یہ لکھا ہے کہ چند آدمیوں نے مل کر میت کو حصہ دار بنا لیا یعنی مالک بنا دیا، اس میں قابل اشکال بات یہ ہے کہ میت میں حصہ دار اور مالک بننے کی صلاحیت واہلیت ہی نہیں پس وہ حصہ دار کیوں کر ہوسکتا ہے؟ اور جب حصہ دار نہیں ہوسکتا تو ملک انہی چند آدمیوں کی ہی رہی اور اس سے پہلے یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ ایک ہی حصہ میں چند آدمیوں کی ملک سے کسی کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا جواب اس وقت درست ہوسکتا تھا جب کہ دو یا چند آدمی مل کر زندہ شخص کو ایک حصہ بقرہ یا بکرا ہبہ کریں اور قربانی اس زندہ آدمی کی ملک پر واقع ہو اس لئے کہ زندہ آدمی میں حصہ دار اور مالک بننے کی اہلیت وصلاحیت موجود ہے، مزید براں شامی میں تصریح ہے کہ اگر میت کی طرف سے قربانی کی جاوے تو میت کو صرف ثواب پہنچتا ہے اور ملک تو ذابح کی ہی ہوتی ہے۔ پس جب ملک ذابح کی ہوتی ہے تو یہاں ایک ہی حصہ میں ملک متعدد ہے اس لئے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

نیز جناب مفتی نظام الدین صاحبؒ کے خیال میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ پہلے عدم جواز کے قائل تھے پھر بعد میں اس سے رجوع فرما کر جواز کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ سوال وجواب کے انداز سے معلوم ہوتا ہے، ایسے ہی فتاوی محمودیہ (۲۸۸/۴) پر یہ مسئلہ جواز کے ساتھ مذکور ہے اور اس کا حوالہ حاشیہ میں ''امداد الفتاوی'' کا ہے، مگر احقر نے امداد الفتاوی میں کتاب الاضحیہ بغور دیکھی لیکن اس مختلف فیہ مسئلہ کی تصریح اس میں نہیں پائی اور نہ خاص اس مسئلہ کے متعلق رجوع ملا۔

Scanned by CamScanner

البتہ حوالہ میں جس صفحہ نمبر کا حوالہ دیا ہے اس صفحہ پر یہ مسئلہ تو مذکور نہیں لیکن ایسا مسئلہ مذکور ہے جو اس مختلف فیہ مسئلے کے مشابہ ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس سے تشابہ ہو گیا ہو اور حوالہ دے دیا گیا ہو، اس مشابہ مسئلہ کا سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: اگر فوت شدہ عزیزوں یا اہل میت یا خاص رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کی جاوے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ آیا مثل دیگر شرکاء ہر ایک شخص کی طرف سے ایک ایک حصہ ہی میں چار شریک کردے؟

جواب: ایک ہی میں سب کو ثواب بخش سکتے ہیں۔

ایضا: میں نے گزشتہ سال زبانی فتوی دیا تھا کہ جس طرح اپنی طرف سے قربانی کرنے میں ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں اسی طرح غیر کی طرف سے تبرعا نفل قربانی کرنے میں خواہ زندہ آدمی کی طرف سے یا میت کی طرف سے ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں مگر روایات سے اس کے خلاف ثابت ہوا اس لئے میں اس سے رجوع کر کے اب فتوی دیتا ہوں کہ جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعا کی جاوے چوں کہ وہ ذابح کی ملک ہوتی ہے اور صرف اس دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہونچانا جائز ہے پس یہ بھی ایسا ہی ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۳/ ۵۷۳)

حضرت تھانویؒ کے مذکورہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک ہی حصہ میں چند اموات کو ایصالِ ثواب کے لئے جمع کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ حضرتؒ پہلے عدم جواز کے قائل تھے لیکن بعد میں روایات و دلائل کے واضح ہوجانے کے بعد اس سے رجوع فرما کر جواز کا قول اختیار کردیا۔

Scanned by CamScanner

لیکن اس جواب سے ہمارا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ حضرت تھانویؒ کے جواب میں جن کے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کی جارہی ہے وہ متعدد ہیں جب کہ قربانی کرنے والا ایک ہی ہے۔ اور ہماری بحث اس سے متعلق ہے کہ جس میں ذابح یعنی قربانی کرنے والے متعدد ہوں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

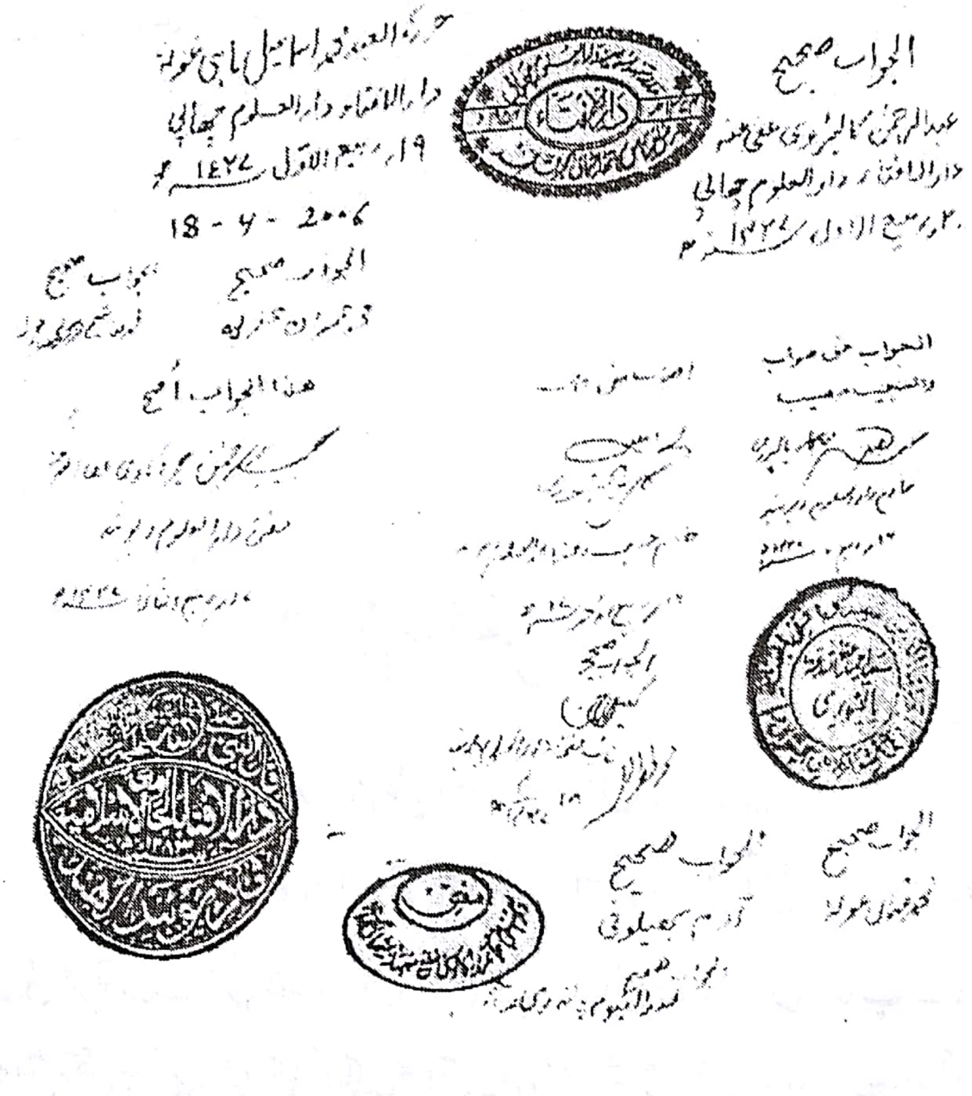

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیا! فقہ کی کتب متداولہ مشہورہ میں ذکر کردہ قربانی کے شرائط واصول کی روشنی میں جوابِ مذکور میں تحریر فرمودہ تحقیق انیق صحیح اور لائق قبول ہے، بندہ اس کی تائید وتصدیق کرتا ہے اور یہ بات بھی قابل

Scanned by CamScanner

توجہ ہے کہ مجمع الانہر اور در مختار میں ذکر فرمودہ دونوں جزیئے صورۃً اگر چہ الگ الگ ہیں لیکن اصولی اعتبار سے دونوں میں تعارض بھی ہے اور دریں صورت مجمع الانہر کا مسئلہ قابلِ اخذ وعمل ہے، کیوں کہ وہ اصول وشرائط کے موافق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
المفتی احمد ... کودراجی
خادم دار الافتاء، دار العلوم، کنتھاریہ، گجرات
۱۲ ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ   11/5/2006

(مفتی) [illegible] کودروی
دار العلوم کنتھاریہ، ضلع بھروچ، گجرات [illegible]